

امریکی مفکر کی متعصبا نہ سوچ

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد

مغرب میں آج کل اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ اسی حوالے سے گذشتہ دنوں ہفت روزہ نیوزویک نے ”۲۰۰۲ء کے مسائل“ کے عنوان سے ایک خصوصی شارہ (دسمبر ۲۰۰۱ء۔ فروری ۲۰۰۲ء) شائع کیا ہے جس میں مسلمانوں سے موجودہ کش کش کے منظر کو موضوع بنایا گیا۔ ”اختتام تاریخ“، شہرت یافتہ امریکی مفکر فرانس فو کویاما کا مضمون اسلامی احیائی تحریکات کے حوالے سے توجہ کا مستحق ہے۔

وہ پہلی بات یہ کہتا ہے کہ جدید سرمایہ دارانہ تہذیب کے اصل دشمن ”اس دور کے فاشست“، ”اسلامی انتقلابی“ (Radical Islamists) ہیں۔ یہ لوگ جدید برل جمہوریت اور سرمایہ داری کو جو فو کویاما کے تصور میں انسانی تاریخ کی بہترین مکمل معاشرتی ارتقائی مکمل پیش کرتی ہے، نفرت، خفارت اور دشمنی کی نگاہ سے اپنا مدمقابل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۲۰۰۱ء کا واقعہ اسی کا مظہر تھا۔ ان کا وجود اس جدید تہذیب کی حیات اور بقا کے سلسلے میں بنیادی سوال بن کر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اس خلافانہ رویے کو اختیار کرتے وقت، اس کے خیال میں، مسلمان یہ بھول جاتے ہیں کہ امریکہ ہی نے صومالیہ، بوسنیا، کوسوو اور جنوبی ایشیا میں مسلمانوں پر قتل کے خلاف آواز بلند کی تھی۔

فو کویاما کے یہ خوالات ایک قدم آگے بڑھ کر احیائی تحریکات کے حوالے سے ایک نئی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، یعنی ”Islamofascists“۔ اس کے بقول:

”The Islamofascist sea within which the terrorists swim constitutes an ideological challenge that is in some ways more basic than the one posed by communism“ (p 58)

اسلامی فاسدزم کا سند، جس میں دہشت گرد تیرتے ہیں ایسا نظریاتی جعل ہے جو بعض اعتبار سے کیونز کے جعل سے زیادہ نیادی ہے۔

فوکویاما کی نظر میں مسلمانوں کو یہ فیصلہ جلد کرنا ہو گا کہ کیا وہ "جدیدیت" (modernity) کے ساتھ ایک امن کا رشتہ قائم کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو انھیں سیکولر ریاست اور نہ بھی رواداری کو اختیار کرنا ہو گا (ص ۵۹)۔ موصوف کے یہ خدشات تو بڑی حد تک ہن شکنن کی فکر کا سکھل نظر آتے ہیں، لیکن مغرب کی نمایاںہ فکر ہونے کے سبب نجیبی کے ساتھ غور کرنے کا تقاضا بھی کرتے ہیں۔

ان تمام خدشات کی بنیاد پر اغلف فہمیوں پر ہے۔

اولاً یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ تحریکات احیا اسلام دراصل ماضی پرست تحریکات ہیں۔ حالانکہ اسلامی تحریکات دراصل ابھادی تحریکات ہیں اور اسی بنا پر خود مسلم ممالک میں جو طبقات روایتی نمہب پرستی کے قائل ہیں وہ ان تحریکات کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھانیں رکھتے۔ حقیقتاً ماضی پرست تحریکات میں جو اسلاف کی ہر عادت کو جامد تقدس پہننا کر اپنے اور پر فرض کر لیتے ہیں، جب کہ تحریکات اسلامی صرف قرآن و سنت کی بنیاد پر نئے حالات کی روشنی میں تحریکیے اور عقل کی بنیاد پر ایک لا نکل عمل پیش کرتی ہیں جس میں اسلام محض عبادات تک محدود نہیں رہتا بلکہ جدید معاشری، سیاسی، معاشرتی اور مین الاقوامی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ یہ تحریکات آج کے مسائل اور مستقبل کے امکانات کو اپنی اولین ترجیح قرار دیتی ہیں اور کسی پہلو سے بھی قدامت پرست اور ماضی کی پرستار نہیں کہی جاسکتیں۔

دوسرے اغلف مفروضہ یہ ہے کہ اسلامی تحریکات شدت پسند تحریکات ہیں اور مغرب سے اپنے غصے، نفرت اور دشمنی کے پیش نظر اسے تباہ و بردا کرنے کے لیے بے جیں ہیں۔ ایک مفکر کی حیثیت سے فوکویاما کو ایک انتہائی غلط اور بے بنیاد بات پر بھی یقین کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تعقیبات سے بلند ہو کر دیکھا جائے تو اسلامی احیائی تحریکات، مثلاً ااغنویشیا میں مشویٰ ترکی میں حزب رفاه سودان میں اخوان المسلمون، الجزاائر میں فاس پاکستان میں جماعت اسلامی اور اسی طرح بھلک دلشی، ہندستان، سری لنکا، مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کی جماعت اسلامی، حتیٰ کہ شام، عراق اور اردن کی اخوان اسلامیون نے بھی تشدی، انتہائی اور قوت کے استعمال کو نظری اور عملی حیثیت سے اختیار نہیں کیا۔ مصر میں صرف ایک محدود وقت کے لیے اخوان اسلامیون نے خفیہ طریقہ اختیار کیا لیکن وہ بھی دوسرے مرشد عام حسن البصیری کے دور سے کھلے اور جمہوری ذراائع پر عامل تحریک بن گئی۔ علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ جن مقامات پر تحریکات حریت برپا ہیں، وہ فلسطین ہو یا مقبوضہ کشمیر، ان پر دیگر تحریکات کو قیاس نہ کیا جائے۔

تیسرا اہم بات یہ قابل غور ہے کہ تحریکات اسلامی جو اپنا شخص دعوت و اصلاح کو قرار دیتی ہیں اور رمگ، نسل، زبان اور قومیت سے بلند ہو کر یورپ اور امریکہ کی اقوام کو اسلام کے پیغام امن کی دعوت دینے کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتی ہیں، کیا عقلی اور منطقی طور پر ان اقوام کو نفرت اور دشمنی کا نشانہ بن سکتی ہیں؟ کیا اتنا بڑا تضاد ممکن ہے؟ فو کویا ما اور اس قسم کے مفکرین اسلام کے بنیادی اخلاقی تصور کو نظر انداز کر جاتے ہیں، یعنی یہ کہ وہ جہالت، ظلم اور بغاوت وقتہ و فساد کا دشمن ہے۔ اگر فرعون جیسا ظالم اور سرکش اسلام کی دعوت کو سوچ سمجھ کر قبول کر لے تو وہ ولی حیم بن سکتا ہے۔ اسی لیے خود خالق کائنات نے اپنے رسول حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ جاؤ اور وقت کے باعثی کو انجھائی نرمی سے دعوت امن و فلاح دو۔ یہ انبیاء کی سنت رہی ہے۔ خود رسول اللہ نے مک اور طائف میں اس سنت پر عمل کیا۔ آج بھی تحریکات اسلامی اس پر عامل ہیں۔ گویا تحریکات اسلامی کی دشمنی جہالت، فاشی اور فتنہ و فساد سے ہے۔ جو لوگ ان برائیوں میں پڑے ہوں اگر وہ اخلاقی روایہ اختیار کر لیں تو وہی بہترین ساتھی بن جاتے ہیں۔ یہاں معاملہ کسی قوم کو صفحہ ہستی سے منادی نہ کہنیں ہے اور نہ اس پر ناجائز قوت کا استعمال کر کے اپنی عظمت کا سلسلہ منوٹا ہے۔ فو کویا ما کا ایک تبصرہ اس حوالے سے چونکا دینے والا ہے۔ وہ جرمن فاشزم کی مثال دے کر کہتا ہے:

"German Fascism did not collapse because of its internal moral contradiction; it died because Germany was bombed to rubble and occupied by the Allied armies (p 58-59)

جرمن فاشزم اپنے اندر وہی داخلی تضادات کی بنیاد پر منہدم نہیں ہوا۔ اس کی موت اس لیے واقع ہوئی کہ جرمنی کو بمباری کر کے ایک ڈھیر بنا دیا گیا اور اتحادی افواج نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس تبصرے میں ایک واضح پیغام "Islam-fascists" کے ساتھ ساتھ ان ممالک کے لیے بھی موجود ہے جو ایسے ممالک اور افراد سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امریکہ نے میوسیں صدی کی شدید ترین بمباری کے ذریعے افغانستان کو نشانہ بنایا کہ دوسروں تک یہ پیغام پہنچایا۔

جہاں تک سوال تشدید اور قوت کے استعمال کا ہے، اسلامی تحریکات اپنی ساخت، طریقہ کار اور لاگر عمل کے لحاظ سے فاشزم سے کوئی مماثلت نہیں رکھتیں بلکہ تاریخی طور پر کمی دور سے آج تک فاشست قوتوں کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جہاد جو اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے ایک صحیح افہم مسلمان کو متسرک تو کرتا ہے، تشدد نہیں بناتا اور نہ اس میں "ذہبی جوون" پیدا کرتا ہے۔

کاش مغربی مفکرین اسلامی تحریکات احیا کو معروفی طور پر مطالعہ کرنے کے بعد کوئی رائے قائم

کرتے!